قرآن اور جدید سائنس (۲)

پرویز ہاشمی

غور کریں تو جسم تو انسان کا کبھی ایک سا نہیں رہتا۔ جو جسم ہمارا بچپن میں ہوتا ہے وہ اس سے مختلف ہوتا ہے جو جوانی میں ہوتا ہے۔ اسی طرح بڑھاپے میں ہمارا جسم جوانی سے مختلف ہوتا ہے۔ بلکہ اب تو جدید سائنس نے ثابت کر دیا ہے کہ ہمارے جسموں کے خلیات (cells) ہر وقت بنتے اور مرتے رہتے ہیں اور کچھ ہی عرصے میں پورے کے پورے جسم کے (cells) نئے ہو جاتے ہیں یعنی پورے کا پورا جسم نیا ہو جاتا ہے۔

بہرحال قرآنِ حکیم خبر دے رہا ہے کہ اصل زندگی تو آخرت کی زندگی ہے جو کامیابی کی صُورت میں جنّت (Gardens) میں ہمیشہ ہمیشہ کی راحت اور خسارے کی صُورت میں کروڑوں، اربوں، کھربوں سال بلکہ لامتناہی مدّت کی ذلّت اور ایسی دردناک سزا ہوگی جس کا قرآنِ حکیم میں بیان پڑھ کر انسان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ قرآن بتاتا ہے کہ یہ کوئی ڈراوے یا استعارے نہیں بلکہ ایسا ہو کر رہے گا، اور اِس سزا کا مستحق انسان خود اپنے ہی ہاتھوں اللہ تعالیٰ کے پیغام کے مطابق زندگی نہ گزارنے کی صُورت میں بن جاتا ہے۔ قرآن کے مطابق تمام بنی نوعِ انسان میں عدل و انصاف صرف اُس صورت میں ممکن ہے جبکہ ہر فرد صرف اُس کے دیئے ہوئے طریقے پر چلے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں تم سے رزق کا تقاضا نہیں کرتا، میں تو تمہیں خود رزق دیتا ہوں۔

"میں نے جنّوں اور انسانوں کو صرف اس لئے بنایا ہے کہ وہ میری عبادت کریں۔ میں اُن سے رزق نہیں مانگتا، نہ چاہتا ہوں کہ وہ مجھے کھلایا کریں۔ اللہ سب کو رزق دینے والا اور مضبوط قوت والا ہے۔" (سورۃ الذّٰریٰت: آیت ۵۸-۵۶)

یہ نظام جو میں نے دیا ہے اُسے قائم رکھو گے تو نسلِ انسانی میں سے کسی پر ظلم نہ ہوگا ورنہ فساد ہی فساد ہوگا جیسا کہ آج کل دُنیا میں ہے۔

© rasailojaraid.com

"بحر و برّ میں ہر جگہ انسانوں کی کرتوتوں کے باعث فساد چھا گیا" (سورۂ روم - آیت ۴۱)

جنّت اور جہنّم کا ویزا تو انسان در حقیقت اِس دنیا سے لے کر ہی جاتا ہے۔ روزِ محشر کو ہماری زندگی کی ویڈیو فلم جو تیار کی جا رہی ہے، سب کے سامنے ہمیں دکھا دی جائے گی تاکہ خود ہمارے ساتھ ساتھ دوسروں پر بھی انصاف کا واقع ہونا بالکل واضح ہو جائے۔

کسی نے کیا خوب کہا ہے کہ جہنّم تو ایک صفائی خانہ ہے۔ غلط طریقے سے زندگی گزارنے کے نتیجے میں جو گند انسان اپنے اوپر اِس دُنیا سے لے جاتا ہے، اُس کی صفائی صرف جہنّم ہی میں ممکن ہے۔ دھوبی کپڑے کو کوٹتا پٹختا ہے، اُسے آگ پر چڑھاتا ہے، اُسے کپڑے سے تو کوئی دشمنی نہیں ہوتی، اس کا مقصد تو وہ گند نکالنا ہوتا ہے جو کپڑے میں موجود ہے۔ اب اس صفائی میں گندگی کے تناسُب سے کروڑوں، اربوں اور کھربوں سال بھی لگ سکتے ہیں کیونکہ وہاں کے پیمانے ہماری دُنیا کے مقابلہ میں بہت بہت بڑے ہیں۔ چونکہ اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے انسان ان سب چیزوں کا یقین آسانی سے کرنے والا نہیں، لہٰذا وہ قرآن میں بار بار نہایت منطقی اور سائنٹیفک طریقہ سے انسان کی توجّہ کائنات میں موجود اپنی نشانیوں کی طرف دلاتا ہے تاکہ ہم جان سکیں کہ ہم ہر چیز کو صرف اپنے پیمانوں سے ناپ تول نہیں سکتے۔

کیا ہمیں معلوم ہے کہ ہماری زمین جو ہمیں اتنی وسیع اور عریض نظر آتی ہے، کائنات میں اس کی حیثیت سمندر میں ایک قطرے سے بھی بہت کم ہے۔ ویسے تو ہماری زمین کا Diameter (قطر) ۷,۹۱۸ میل ہے، اور یہ خلا میں سورج کے گرد ۷۰ ہزار میل فی گھنٹہ کی رفتار سے گھوم رہی ہے۔ یعنی ایک دن کے اندر اندر یہ ہمیں لے کر سولہ لاکھ اسّی ہزار میل طے کر جاتی ہے اور وہ بھی اس طرح کہ ہمارے سر کا ایک بال تک بھی نہیں ہلتا۔ اگر کبھی ستر میل فی گھنٹہ کی رفتار سے ڈرائیور گاڑی چلائے تو ہمارا دل دہلنے لگتا ہے۔

ہمارا سورج ہماری اس زمین سے ۱۴ لاکھ گنا بڑا ہے اور یہ بھی خلا میں ۷ لاکھ میل فی گھنٹہ کی رفتار سے سفر کر رہا ہے۔ ہمارا یہ سورج باوجود اپنے اس عظیم حجم کے، ہماری گلیکسی کا جسے ہم کہکشاں کہتے ہیں، ایک چھوٹا سا ستارہ ہے۔ ہماری یہ گلیکسی بھی ساکن نہیں بلکہ یہ بھی ۲۱ لاکھ میل فی گھنٹہ کی رفتار سے خلا میں سفر کر رہی ہے۔ ہماری اس

.com
com

کہکشاں میں سورج کے علاوہ ایک کھرب ستارے اور بھی ہیں جن میں بعض ستارے سورج سے کروڑہا گنا بڑے ہیں۔ مثلاً ستارہ Antares سورج سے تقریباً چھ کروڑ گنا بڑا ہے، ۵ ہزار گنا زیادہ روشن اور ۳۳۰ نوری سال یعنی Light year دُور ہے۔

اسی طرح ایک اور ستارہ Betelgeuse ہے، جو Antares سے بھی بڑا ہے، سورج سے ۱۷ ہزار گنا زیادہ روشن اور ۲۷۰ نوری سال دُور ہے۔ اس سے پانچ کروڑ میل بلند شعلے اٹھتے ہیں جو دُوربین کی مدد سے دیکھے جا سکتے ہیں جن کی بے انتہا خوفناک اور دہشت ناک بشکل اللہ تعالیٰ کی قوتِ جلالی کا مظاہرہ کرتی ہے۔ اگر ان ستاروں کو سورج کی جگہ رکھ دیا جائے تو ہماری دُنیا بلکہ ہمارے Solar System میں سوائے آگ کے کچھ نہ ہو۔ Auniga اور Cephei ہماری گلیکسی کے اور بھی بڑے ستارے ہیں۔ انسان ان آجرامِ فلکی کے سائزوں، چمکوں اور رفتار کے تصور سے کانپ جاتا ہے۔ ان کی تخلیق کے متعلق سوچنے لگیں تو عقل ساتھ نہیں دیتی۔ ذرا فاصلوں پر غور کریں! اگر ہم روشنی کی رفتار جو کہ ایک لاکھ چھیاسی ہزار میل فی سیکنڈ ہے، سے بھی سفر کریں تو اپنی ساری زندگی میں اُن تک نہیں پہنچ سکتے۔

یہ تمام ستارے رات کے کسی حصے میں آسمان پر چمکتے دیکھے جا سکتے ہیں مگر چونکہ ہمیں ان کی عظمت کا علم نہیں لہٰذا وہ ہمارے لئے محض ایک معمولی سا نقطہ ہوتے ہیں۔

علم کی فضیلت اس بات سے واضح ہوتی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے سے جو حکم انسانوں کو سب سے پہلے دیا گیا وہ علم کے حصول سے متعلق تھا کیونکہ علم کے بغیر نہ اللہ تعالیٰ کی عظمت کا ہمیں پتا چل سکے گا اور نہ ہم اس کی صحیح معرفت حاصل کر سکیں گے اور پھر نہ اُس سے ہم اتنا ڈریں گے جتنا کہ اُس سے ڈرنے کا حق ہے۔

"بے شک اللہ تعالیٰ سے وہی ڈرتے ہیں جو علم رکھتے ہیں"۔ (فاطر ۳۵ - آیت ۲۸)

بہرحال یہ داستان تو صرف ہماری گلیکسی کے ایک کھرب ستاروں میں سے چند ایک کی ہے جس کے پیمانے بھی شاید ہماری محدود عقل میں آنے مشکل ہیں۔ اس سے آگے چلیں تو خود ہماری گلیکسی کا کائنات میں کوئی مقام نہیں۔ ہم اپنی گلیکسی کے علاوہ صرف آنکھ کی مدد سے مزید تین گلیکسیاں دیکھ سکتے ہیں۔ ان میں ایک Andromeda ہے جو ہم سے ۲۱ لاکھ ۸۰ ہزار نُوری سال دور ہے۔ مزید دو Magellanic Clouds میں

© rasailojaraid.com

سے پہلا ہم سے ایک لاکھ ستر ہزار نُوری سال دُور ہے اور دوسرا دو لاکھ نُوری سال دُور ہے۔ ان کے علاوہ وہ گلیکسیاں بھی ہیں جو صرف آنکھ سے دیکھی نہیں جا سکتیں بلکہ ان کو دیکھنے کے لئے دُوربین ضروری ہے۔ ان گلیکسیوں کی تعداد کسی گنتی میں بیان نہیں کی جا سکتی۔ ماؤنٹ وِلسن کیلیفورنیا میں نصب شدہ ۲۰۰ انچ بڑی دوربین سے وقتِ واحد میں ہم تقریباً ایک ارب گلیکسیاں دیکھ سکتے ہیں۔ یہ ایک دوسرے سے قریب نہیں بلکہ اِن کے درمیان فاصلے ہزاروں لاکھوں Light years کے ہیں۔ اور یہ تمام گلیکسیاں ساکن بھی نہیں بلکہ اپنے مرکز کے گرد گھوم رہی ہیں اور ساتھ ہی ساتھ خلا میں چل بھی رہی ہیں۔ ان میں سے بعض کی رفتار کروڑہا میل فی گھنٹہ ہے اور یہ ہم سے کروڑوں اربوں نُوری سال دُور ہیں۔ اس وقت کی Latest دُوربین سے ہم ۳ کے بعد ۲۲ صفر میل تک دیکھ سکتے ہیں۔ سائنس دان کہتے ہیں کہ اگر ہم اپنی دُوربین لے کر اس فاصلے کے آخر پر پہنچ جائیں تو بھی یہی نظارہ ہوگا اور اس سے آگے بھی یہی نظارہ ہوگا کیونکہ اس کائنات میں لگاتار وسعت ہو رہی ہے۔ سائنس دانوں کو یہ حقیقت ۲۰ ویں صدی میں معلوم ہوئی مگر قرآن حکیم نے ۱۴۰۰ سال پہلے ہی یہ اطلاع ہمیں دے دی تھی۔

"And we built the Heaven, with the twist of the Divine Hand and We surely expanding it"

"اور آسمانوں کو ہم نے اپنی قدرت (قوت) سے بنایا اور یقیناً ہم اس میں وسعت کر رہے ہیں" (الذّریٰت ۵۱۔آیت ۷)

سو یہ ہے اس کائنات کے پیمانوں کا ہلکا سا عکس! جو انسان بھی اس بے پایاں وسعت و قوت، متحیّر کُن رفتار اور نُور کے سیلاب پر غور کرے گا تو یقیناً وہ پکار اٹھے گا

"اے ہمارے ربّ تو نے یہ (کائنات) بے مقصد پیدا نہیں کی" (آلِ عمران ۳۔ آیت ۱۹۱)

اور انسان کو اپنی زندگی اور یہ دنیا مصنوعی سی لگنے لگے گی اور اس کا دل کانپنے لگے گا اور اس کے لئے یہ یقین کرنا قطعاً مشکل نہ رہے گا کہ اصل زندگی واقعی موت کے پردے کے پیچھے آخرت کی زندگی ہے، جسے ممکن بنانے والا کوئی ہماری طرح کا عاجز انسان نہیں بلکہ وہ ہستی ہے جس نے یہ عجوبہ کائنات بنائی ہے۔ سورۃ النّٰزِعٰت میں اللہ تعالیٰ انسان سے سوال پوچھتے ہیں :

com

"کیا تمہیں دوبارہ بنانا مشکل ہے یا اس کائنات کو، جسے ہم نے بنایا ہے" (النّزعٰت ۷۹۔ آیت ۲۷)

اس سوال کا جواب کوئی بھی انسان جسے اللہ کے ہونے کا یقین ہے، کیا دے سکتا ہے سوائے اس کے کہ اے اللہ واقعی تیرے لئے میرا دوبارہ بنانا مشکل نہیں۔ مگر یہ جواب دینے میں پہلے اُسے اِس کائنات کے بارے میں علم حاصل کرنا بہت ضروری ہے وگرنہ شاید اسے اپنا دوبارہ پیدا ہونا ہی مشکل نظر آتا رہے گا------ اور یہ اسے مشکل کیونکر نظر آتا ہے، اس کا سبب اللہ نے بیان فرمایا کہ وہ اللہ کو Evaluate نہ کر سکے (اس کی قوت و عظمت کا اندازہ نہ کر پائے) جیسا کہ اسے Evaluate کرنے کا حق تھا۔ (سورۃ الزمر۔ آیت ۶۷)

اس طرح کے بے شمار سوالات ہیں جو اللہ تعالیٰ قرآن حکیم میں انسان سے کرتے ہیں۔ اب اگر ہم قرآن کا مطالعہ ہی نہیں کریں گے، اپنا وقت، اپنی توانائی اور سب سے بڑھ کر اپنی ذہانت صَرف کر کے قرآن حکیم کو سمجھنے کی کوشش ہی نہیں کریں گے تو کیسے پتہ چلے گا کہ اللہ ہم سے چاہتا کیا ہے؟

اور حقیقت یہ ہے کہ اگر ہم وقت اور ذہانت اللہ کے پیغام کو سمجھنے کے لئے صَرف نہیں کریں گے تو ہمیشہ ہمارا ایک ہی اعتراض ہو گا کہ قرآن سمجھ میں نہیں آتا۔ ہمیں ٹھنڈے دل سے اپنے آپ سے ایک سوال پوچھنا ہے کہ واقعی قرآن سمجھ میں نہیں آتا یا اصل بات یہ ہے کہ ہم اسے سمجھنا چاہتے ہی نہیں؟؟

بغیر اپنا وقت لگائے، اپنی توانائی صَرف کئے، اپنی توانائی کو بروئے کار لائے تو کوئی کھیل تک سمجھ نہیں آتا۔ ہم پڑھے لکھے لوگوں کے لئے ضروری ہے کہ ہم ورثے میں ملے رسمی عقیدے، سُنی سنائی باتوں اور فرقہ واریت ہی میں نہ پھنسے رہیں، بلکہ حقیقت تک پہنچنے کے لئے قرآن حکیم کا بذات خود مطالعہ شروع کریں۔ اس ضمن میں ہماری رہنمائی کے لئے مستند تفاسیر موجود ہیں اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اللہ نے صاف فرما دیا ہے:

"ہم نے اِس قرآن کو یاددہانی اور نصیحت حاصل کرنے کے لئے آسان بنا دیا ہے، تو ہے کوئی اس سے نصیحت حاصل کرنے والا؟"

© rasailojaraid.c

سورۃ القمر میں بار بار اللہ تعالیٰ انسان سے مخاطب ہو کر یہ فرما رہے ہیں۔ اب ایک طرف تو اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے کہ قرآن کو آسان بنایا گیا ہے اور دوسری طرف سنی سنائی باتیں ہیں کہ قرآن سمجھ میں نہیں آ سکتا، ہمیں غور کرنا ہے کہ ہم کس کی بات کو سچ سمجھیں۔ اللہ کی بات کو یا اُن انسانوں کی بات کو جنہوں نے عموماً خود بھی اپنا وقت، توانائی اور ذہانت قرآن حکیم کو سمجھنے کے لئے لگانے کی زحمت گوارا نہیں کی ہوتی۔ یعنی یہ اعتراض کہ قرآن سمجھ میں نہیں آتا، اُن کا Personal Experience نہیں بلکہ انہوں نے بھی یہ باتیں کسی اور سے سُنی ہوتی ہیں۔

"ہم نے لوگوں کو سمجھانے کے لئے اس قرآن میں ہر قسم کا مضمون طرح طرح سے بیان کر دیا ہے لیکن پھر بھی اکثر لوگ انکار پر قائم ہیں"

(سورۂ بنی اسرائیل ۱۷۔ آیت ۸۹، سورۂ کہف ۱۸۔ آیت ۵۴)

قرآن کے سٹوڈنٹ کو بارہا قرآن میں ایسی آیات ملیں گی جن سے واضح ہوتا ہے کہ اللہ نے تو ہر چیز کھول کھول کر بیان کر دی ہے تاکہ آخرت میں انسان کوئی عذر (excuse) پیش نہ کر سکے۔ اگر اب بھی ہم اپنے انکار پر قائم رہیں جس کی اصل وجہ تو ہماری خواہشاتِ نفس ہیں، کمرِ ہمت باندھ کر اللہ تعالیٰ کے پیغام کو سمجھنے کی کوشش نہ کریں تو یہ خود کو دھوکہ دینے کے مترادف ہوگا اور اس کا نقصان کسی اور کو نہیں بلکہ خود ہمیں ہی ہوگا۔

"جو شخص ہدایت کی راہ پر چلتا ہے اپنے ہی لئے چلتا ہے اور جو شخص بے راہی اختیار کرتا ہے اپنا ہی نقصان کرتا ہے۔ اور کوئی شخص کسی دوسرے شخص کا بوجھ نہ اٹھائے گا" (سورۂ بنی اسرائیل - آیت ۱۵)

"یہ قرآن تو صرف یاددہانی ہے تمام جہانوں کے لئے" (سورۂ یوسف - آیت ۱۰۴)

"اللہ کی طرف سے روشنی آگئی ہے اور ایسی حق نما کتاب جس کے ذریعے اللہ اُن لوگوں کو جو اُس کی رضا کے طالب ہیں، سلامتی کے طریقے بتاتا ہے"

(سورۃ المائدہ - آیات ۱۶-۱۵)

اب بھلا اِس کتاب کو سمجھے بغیر ہمیں سلامتی کے طریقے کیسے معلوم ہو سکتے ہیں حالانکہ اندھیروں کو دُور کرنے والی قرآن کی ٹارچ ہمارے پاس موجود ہے اگر ہم نے اِسے صرف

.com
com

غلافوں میں سجا کر رکھے رکھا تو ظاہر ہے ہم بھی اس کے نُور سے محروم ٹھوکریں کھاتے رہیں گے اور ہمارے ساتھ ساتھ وہ بھی جنہیں یہ ٹارچ ورثے میں ملی ہی نہیں۔ بلکہ ان کی گمراہی کی ذمہ داری ہم پر ہوگی۔

ہم میں سے بیشتر کا تصوّر یہ ہوگیا ہے کہ ہم بحیثیتِ امت بخشے بخشائے تو ہیں ہی، نماز روزے کی پابندی اگر ہوگئی تو کیا کہنے، مزید درجات بلند ہوں گے۔ اس سے آگے اپنا وقت، اپنی توانائیاں اور اپنی ذہانت کو بروئے کار لا کر قرآن حکیم پر غور و فکر کو ضروری نہیں سمجھا جاتا بلکہ اسے انتہا پسندی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ ہماری طرح یہودیوں میں بھی یہ تصوّر عام تھا کہ چونکہ ہم پیغمبروں کی اولاد اور امت میں سے ہیں لہٰذا ہمیں جہنم کی آگ چھو ہی نہیں سکتی۔ یہ سوچ نہ صرف قرآنی تعلیمات کے بالکل خلاف ہے بلکہ منطقی طور پر بھی صحیح نہیں ہو سکتی کیونکہ کوئی بھی انسان اپنی choice سے مسلمان، یہودی، عیسائی یا ہندو کے گھر پیدا نہیں ہوتا۔ چونکہ پیدائش میں اُس کی اپنی کوئی Contribution یا Effort نہیں لہٰذا منطقی طور پر کوئی محض پیدائش کی بنیاد پر سزا یا انعام کا مستحق نہیں ہو سکتا۔

> ”وہ کہتے ہیں کہ دوزخ کی آگ ہمیں ہرگز چُھونے والی نہیں، ہاں چند دنوں کی سزا اگر مل جائے تو مل جائے۔ ان سے پوچھیے کیا اللہ سے تم نے کوئی عہد لیا ہوا ہے جس کی وہ خلاف ورزی نہیں کر سکتا؟ بات یہ ہے کہ تم اللہ کے ذمے ڈال کر ایسی باتیں کہہ دیتے ہو جن کے متعلق تمہیں علم نہیں ہے کہ اس نے اُن کا ذمہ لیا ہے۔ سو جو بھی بدی کمائے گا اور اپنی خطاکاری میں پڑا رہے گا وہ جہنمی ہے اور جہنم میں ہمیشہ رہے گا۔“ (سورۃ البقرہ - آیات ۸۱-۸۰)

چنانچہ اس فرمانِ الٰہی سے واضح ہو جاتا ہے کہ کوئی انسان بھی پیدائشی طور پر بخشا بخشایا نہیں ہے، یہ تصوّر قرآن مجید میں کثرت سے discuss کیا گیا ہے اور اِس موضوع پر آیات قرآن حکیم میں بار بار آئی ہیں۔ اس کے علاوہ صرف کھوکھلے عقیدے یا محض کلمہ پڑھ لینے کی بنیاد پر بخشے بخشائے ہونے کی نفی بھی اللہ تعالیٰ نے بارہا قرآن میں کی ہے۔ مثلاً:

> ”اے لوگو جو ایمان لائے ہو بچاؤ اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو اُس آگ

© rasailojaraid.c

ہے جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہوں گے۔" (تحریم - آیت ۶)

غور کیجئے! خطاب ایمان والوں سے ہو رہا ہے یعنی وہ لوگ جو کلمہ پڑھ چکے ہیں کہ وہ اپنے آپ کو آگ سے بچائیں۔ پس صرف کلمہ پڑھ لینے سے آگ سے چھٹکارا نہیں ہو سکتا۔ ایک اور جگہ فرمایا :

"اے ایمان والو اللہ سے ڈرتے رہو اور ہر شخص یہ دیکھے کہ اس نے کل کے لئے کیا سامان تیار کر رکھا ہے۔" (الحشر - آیت ۱۸)

ایمان کوئی ٹائٹل یا لیبل نہیں بلکہ state of mind ہے اور اس کو پرکھنے یا Judge کرنے والا کوئی انسان نہیں بلکہ وہ ہستی ہے جس سے دل کا کوئی بھید چھپا نہیں رہ سکتا۔ لہٰذا خالی لیبل لگا لینے سے ہماری اپنی Satisfaction (تسلّی) تو شاید ہو جائے مگر اگر ہماری state of mind تبدیل نہیں ہوتی یعنی ہمارا ذہن اللہ کے سامنے Submission نہیں کرتا تو ممکن ہے یہ نمبر ۲ کا لیبل اللہ کے ہاں ہمیں بجائے فائدے کے نقصان دے جائے۔ جیسا کہ نمبر ۲ یعنی جعلی مال بنانے والوں کو سزا ملتی ہے، بشرطیکہ وہ پکڑے جائیں اور پکڑنے والا انہیں رشوت لے کر چھوڑ نہ دے یا کوئی تگڑی سفارش اسے بچا نہ لے۔

"اور ڈرو اُس دن سے جس دن کوئی جان کسی دوسری جان کے کام نہ آ سکے گی"
(البقرہ ۲ - آیت ۴۸)

بہرحال سورۃ العصر میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں واضح طور پر Warn کر دیا ہے کہ اگر ہم اس کے عذاب سے حتمی طور پر بچنا چاہتے ہیں تو کم از کم Qualification یہ حاصل کرنی پڑے گی۔

"زمانے کی قسم ہے سب انسان گھاٹے یا خسارے میں ہیں سوائے ان کے جو ایمان لائے اور پھر نیک اعمال کئے اور پھر انہوں نے دینِ حق کو Propagate کیا یعنی اس کی تبلیغ کی، اسے دوسروں تک پہنچایا اور پھر جو اس راہ میں مصیبتیں آئیں تو اُن پر خود بھی صبر کیا اور دوسروں کو بھی صبر کی تلقین کی۔" (العصر)

اب ظاہر ہے انسان خود کیا عمل کرے گا اگر اسے پتہ ہی نہ ہو کہ کیا کرنا ہے اور پھر

com

دوسروں تک کیا پہنچائے گا اگر وہ خود ہی نہ سمجھ پایا ہو۔ یہ ہے کم سے کم معیار اللہ تعالیٰ کے نزدیک خسارے یعنی عذاب سے بچنے کا۔ اگر ہم ان شرطوں کو سخت بھی سمجھتے ہیں تب بھی ہمیں اچھی طرح سمجھ لینا چاہئے کہ نہ تو ہمارے پاس کوئی اور Choice ہے اور نہ ہی اس دنیاوی زندگی کے بعد کوئی دوسرا Chance۔ "تم اپنے رب کا حکم مان لو اس سے پہلے کہ ایسا دن آپہنچے جس سے واپسی ممکن نہیں"۔ (الشوریٰ : ۴۷)

ایک خطرناک تصوّر جس میں خود انسان کا نفس یعنی خواہشات اُسے مبتلا رکھتی ہیں، وہ اللہ کی رحمت پر بھروسہ کر کے نافرمانی اور مسلسل گناہ کئے جانا ہے۔ جی، اللہ بڑا رحیم اور کریم ہے، وہ نکتہ نواز ہے، ہمیں سزا دے کر اُسے کیا کرنا ہے۔ وہ جسے چاہے معاف کر دے اور چونکہ اللہ تعالیٰ کو Absolute Authority حاصل ہے لہٰذا کسی بندے کا کوئی حق نہیں کہ اُس سے سین جیم کرے کہ اُس نے خود ہی یہ اُصول و ضوابط اپنے اوپر لازم کیوں کر لئے ہیں!

ویسے تو یہ بات اپنی جگہ درست ہے کہ وہ جسے چاہے معاف کر سکتا ہے مگر اُس کی یہ Absolute Authority بِلا حکمت استعمال نہیں ہوتی بلکہ عدل و انصاف کے ساتھ استعمال ہوتی ہے۔ جہاں وہ رحیم و کریم ہے وہاں عادل بھی تو ہے، بدلہ دینے والا بھی تو ہے، مُنصف بھی تو ہے، لہٰذا انصاف کرنا اس نے خود ہی اپنے اوپر لازم کر لیا ہے۔ کیا وہ اپنے مجرموں اور وفاداروں کو برابر کر دے گا۔ اور اپنے یہ اُصول و ضوابط اس نے Secret نہیں رکھے بلکہ ایک ضخیم کتاب میں کھول کھول کر بیان کر دیئے ہیں، سو اب بھی ہم غلط امیدیں وابستہ کئے رکھیں تو نقصان ہمارا اپنا ہی ہوگا کسی اور کا نہیں۔

"اے انسانو یقینی طور پر اللہ کا وعدہ سچّا ہے، سو کہیں تمہیں یہ دنیاوی زندگی دھوکے میں نہ ڈال دے"۔ (سورۃ فاطر ۳۵ - آیت ۵)

"بے شک اللہ اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا لیکن اکثر لوگ اس حقیقت سے لاعلم ہیں!" (سورۃ الروم ۳۰ - آیت ۶) اور

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو اللہ سے ڈرتے رہو اور تم میں سے ہر شخص یہ دیکھے کہ اس نے کل کے لئے کیا سامان کیا ہے!" (سورۃ الحشر ۵۹ - آیت ۱۸)

اللہ کی رحمت پر بھروسہ کر کے نافرمانی کئے جانے کی اہمیت اللہ تعالیٰ کے نزدیک اتنی

© rasailojaraid.com

ہے کہ پوری ایک سورت یعنی سورۃ الانفطار اس تصوّر کی تردید کے لئے اللہ نے اتاری ہے تاکہ انسان اپنے آپ کو تسلیاں ہی نہ دیتا رہ جائے' اور خود کو دھوکے میں مبتلا نہ کئے رکھے۔ اگر اُس نے نافرمانی ہی کرتے رہنا ہے تو پوری طرح سوچ سمجھ کر کرے کہ اللہ نے اُس کا انجام پہلے ہی اُسے بتلا دیا ہے۔

سورۃ التکاثر میں اللہ تعالیٰ نے ان انسانوں کو تنبیہہ کی ہے جنہوں نے ساری زندگی اسی جدوجہد میں گزار دی کہ وہ دولت' بینک بیلنس کے اعتبار سے دوسروں سے آگے نکل جائیں' معیارِ زندگی کی Race میں وہ سب کو پیچھے چھوڑ دیں اور اسی چکر میں اُن کی ساری زندگی گزر گئی' وہ کبھی سوچ ہی نہ سکے کہ اس زندگی کے آگے ایک یقینی Stage سزا اور انعام کی آئے گی' جب پوچھا جائے گا کہ اللہ نے جو قوتیں' صلاحیتیں' نعمتیں' ذہانت اور وقت اُن کو دیا تھا' اُس کا کتنا حصّہ اپنے بخشنے والے کی خوشنُودی کے لئے صَرف کیا اور کتنا اُس سے' اُس کے پیغام سے لاپروا ہو کر صِرف اور صِرف اپنے نفس کی خواہشات پوری کرنے کے لئے۔

چونکہ اللہ تعالیٰ نے ہماری اِس زندگی کو آزمائش اور امتحان بنایا ہے لہٰذا وہ زبردستی انسانوں کو صحیح راستے کی طرف نہیں موڑتا وگرنہ امتحان اور آزمائش کا Concept ہی ختم ہو جائے۔ پیغام اور پیغامبر کی ضرورت ہی نہ رہے۔ زندگی اور موت کا چکر یعنی نہ صرف یہ Life cycle بے معنی ہو جائے بلکہ پوری کائنات یعنی Universe کی تخلیق ہی بے مقصد ہو جائے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے انسان کو ارادے اور انتخاب کی آزادی دے رکھی ہے۔ خیر و شر کی پہچان کی صلاحیت ہمارے اندر رکھ دی ہے۔ اب ہم اگر اس صلاحیت سے کام نہ لیں اور اسے ضائع کر کے اندھے اور بہرے بن جائیں تو اللہ ہمیں زبردستی ہدایت کی طرف نہیں لائے گا وگرنہ سزا و جزا کا تصوّر ہی بے معنی ہو جائے۔ ایک مزید خیال جس میں ہمارا نفس ہمیں مبتلا رکھتا ہے وہ یہ ہے کہ چونکہ اللہ تعالیٰ نے اس دنیا میں دولت دی ہے' جاہ و جلال دیا ہے' اقتدار بخشا ہے لہٰذا اللہ کی نظرِ کرم ہم پر ہے یعنی وہ ہم سے خوش ہے' تو اگر وہ یہاں ہم سے خوش ہے تو آخرت میں خواہ مخواہ ناراض کیوں ہو جائے گا۔ لہٰذا ہمیں فکر کرنے کی ضرورت نہیں' فکر وہ کریں جن پر اللہ نے اپنی نظرِ کرم نہ کر رکھی ہو۔ اس تصوّر کی نفی میں اللہ تعالیٰ نے فرمادیا :

com

"اور یہ دنیا کی زندگی سوائے دھوکے کے سامان کے اور کچھ بھی نہیں"۔ (الحدید۔ آیت ۲۰)
اس کے علاوہ سورۃ الکہف اور سورۃ المدثر میں فرمایا کہ ایسے لوگوں کو میں آخرت میں بڑی شدید چڑھائی چڑھاؤں گا کیونکہ وہ میری دی ہوئی نعمتوں کی آڑ لے کر آخرت کی سزا اور جزا جھٹلایا کرتے تھے حالانکہ یہ دنیا تو میں نے بنائی ہی آزمائش کے لئے ہے، کسی کو میں دے کر آزماتا ہوں اور کسی کو نہ دے کر۔ دنیا کا اقتدار، جاہ و جلال اور مال و دولت کی میرے نزدیک ایک ذرّے کے برابر بھی اہمیت نہیں اور نہ ہی یہ کامیابی کا معیار ہیں۔ کامیاب تو اصل میں وہ ہے جو آخرت میں کامیاب قرار دیا گیا۔

حاصلِ کلام یہ کہ اللہ تعالیٰ نے واضح طور پر دونوں راستے ہمیں سمجھا دیئے ہیں۔ چاہیں تو ہم قرآن حکیم کو اپنا گائیڈ بنا کر اور اس دنیا کو اپنا دائمی اور حقیقی گھر نہیں بلکہ امتحان گاہ اور Place of duty سمجھ کر زندگی بسر کریں یا قرآن حکیم سے لاپرواہی کی روش اپنائے رکھیں، سنی سنائی باتوں اور غلط تصوّرات میں گم ہو کر اپنے آپ کو دھوکہ دیئے رکھیں اور اسی کیفیت میں زندگی گزار دیں۔

سورۃ الحدید میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

"کیا ایمان والوں کے لئے ابھی وقت نہیں آیا کہ اُن کے دل اللہ کے ذکر سے پگھلیں اور وہ اس کے نازل کردہ حق یعنی قرآن کے سامنے جھک جائیں۔ اور وہ ان لوگوں کی طرح نہ ہو جائیں جنہیں پہلے کتاب دی گئی تھی پھر ایک لمبی مدت گزر گئی تو ان کے دل سخت ہوگئے اور آج ان میں سے اکثر فاسق بنے ہوئے ہیں"۔ (الحدید۔ آیت ۱۶)

* * *

بقیہ : ریفریشر کورس

لئے بغیر فیس انگریزی زبان کی کلاسیں جاری کر کے انہیں جدید رو میں لانے کا اہتمام کریں گے۔ آخر میں پروفیسر صاحب نے قرآن کالج کے اساتذہ کے ساتھ ارتباط کو جاری رکھنے کی خواہش کا اظہار کیا اور اس ضمن میں دو طرفہ تعاون کے لئے یہ تجویز پیش کی کہ ادارہ تعلیم و تحقیق کی مطالعاتی سہولتیں کالج کے اساتذہ کے لئے حاصل رہیں گی اور ہم اپنے طلبہ کے استفادے کے لئے قرآن کالج کے اساتذہ کو بھی لیکچر کی دعوت دیا کریں گے۔

© rasailojaraid.com

سلسلہ وار درسِ قرآن کے دوسرے دور کے آغاز پر شائع شدہ ہینڈ بل کا عکس

"لوگو! آگئی ہے تمہارے پاس تمہارے رب کی جانب سے نصیحت اور دلوں کے روگوں کی دوا، اور اہلِ ایمان کے حق میں ہدایت و رحمت" ——— (سورۂ یونس آیت ۵۷)

اَلحمدُ لِلّٰہ

کہ مرکزی انجمن خدّام القرآن لاہور کے صدر مؤسس

ڈاکٹر اسرار احمد

کے

سِلسلہ وار درسِ قرآن

کا ایک دَور ہفتہ ۹ نومبر ۱۹۹۱ء کو مکمل ہوگیا اور اب دوسرے دَور کا آغاز ہو رہا ہے جس کی تمہید کے طور پر ان شاء اللہ العزیز

۱۶ اور ۱۷ نومبر بروز ہفتہ و اتوار شام کو چھ بجے

قرآن آڈیٹوریم

اتاترک بلاک، نیو گارڈن ٹاؤن لاہور میں ڈاکٹر صاحب کے

تعارفِ قرآنِ حکیم

کے موضوع پر دو خطاب ہوں گے جن میں قرآن کا اصل موضوع، اس کا مجموعی اسلوب، ترکیب، ترتیب، جمع و تدوین، اور اصولِ تفسیر و تاویل ایسے اہم مضامین بیان ہوں گے۔

اور پھر ان شاء اللہ ہفتہ ۲۳ نومبر سے سورۂ فاتحہ کا درس شروع ہو جائے گا

شمعِ قرآنی کے پروانوں کو شرکت کی عام دعوت ہے!

(نوٹ: خواتین کی شرکت کے لیے بھی مناسب اہتمام موجود ہے۔)

.com